

بسم الله الرحمن الرحيم

نظرات

لارئین فکر و نظر کو عید مبارک !

ہوں تو عید کی مسرت سبھی کو ہوتی ہے اور ہر مسلمان اپنی استطاعت بھر عید کی تقریبات میں حصہ لیتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عید کی جس قدر مسرت ماہ صیام میں روزہ، تلاوت قرآن اور اعتکاف کرنے والوں کو ہوتی ہے کسی دوسرے شخص کو نہیں ہو سکتی، انسان کی فطرت سلیمہ یہ ہے کہ وہ ہر نیک اور اچھا کام کرنے کے بعد خوشی، مسرت اور فرحت محسوس کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی عام سی بات ہے جس کا ہم روز اٹھتے بیٹھتے مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر ایک ننھا سا بچہ اسکول سے گھر سے واپس آتے ہوئے کسی بوڑھے یا لاپینا شخص کو راستہ بتا دے یا سڑک پار کرا دے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی، وہ گھر آئے ہی اپنے ماں باپ کو اپنے اس کارنامہ سے مسرت و افتخار کے جذبات کے ساتھ مزے لے لے کر باخبر کرتا ہے۔ اس بچہ کا یہ رویہ انسانی طبیعت و فطرت کو پوری طرح واضح کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر نیک کام کرنے کے بعد انسانی طبیعت سلیمہ پر جو پہلا اثر پیدا ہوتا ہے وہ اطمینان، قلبی سکون اور مسرت کے ملے جلے جذبات و عواطف پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام خوش قسمت مسلمان جنہوں نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھے ہوں، پابندی کے ساتھ تراویح کی سنت ادا کی ہو، تلاوت کلام پاک کا التزام کیا ہو، فحشاء و منکر سے محفوظ رہنے کی کوشش کی ہو، ان کو جو دلی مسرت اس کارنامہ کی انجام دہی

سے حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کو کبھی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس مفہوم کو حدیث پاک میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: للصائم فرحتان فرحة عندالافطار و فرحة عند لقاءالرحمن۔ روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوں گی، ایک افطار کے وقت اور دوسری خدائے رحمان کی ملاقات کے وقت۔ ظاہر ہے کہ ایک روزہ افطار کرنے کے بعد جس قدر خوشی ہوگی اس سے تیس گنا زیادہ خوشی تیس روزے افطار کرنے کے بعد ہوگی، اور تراویح و تلاوت کلام پاک اور اعتکاف کی ادائیگی کی خوشی اس پر مستزاد ہے۔

— — — —

اسلام نے انسان کی ہر طبعی اور فطری ضرورت کی انجام دہی کے لئے طبعی اور فطری صورتیں متعین کی ہیں، بلکہ اسلام تو نام ہی ہے ہر معاملہ میں فطرت کے اصول کو اختیار کرلینے کا۔ خود لفظ اسلام فطرت کائنات کے ایک بہت بڑے اصول کی نشاندہی کرتا ہے۔ کائنات کی فطرت میں سیراندازی اور خودسپردگی ودیعت کردی گئی ہے۔ یہ ہماری زمین، یہ چاند، سورج، یہ سیارے، یہ نظامہائے فلکی، یہ کہکشانیں سلسلے غرض پوری کائنات ایک طے شدہ نظام اور ایک لگے بندھے ضابطہ کے ماتحت نہ جانے کب سے کام کر رہی ہے۔ بس اسی طے شدہ نظام اور اسی لگے بندھے ضابطہ کے ماتحت کام کرنے کا نام اسلام ہے۔ قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کبریٰ کی نشان دہی کی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے ثم استویٰ الی السماء وہی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعاً او کرہا قالتا اتینا طائعين (پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ ۴۱ : ۱۱)۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہے و ان من شئی الا یسبح بحمده و لکن لا تفہون تسبیحہم (کوئی چیز ایسی موجود نہیں جو اللہ کی تسبیح و تحمید نہ

کرتی ہو لیکن تم ان مخلوقات کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو ۱۷ : ۴۲) ایک اور جگہ ارشاد ہے ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرہاً (اور اسی کے حکم کی تاج ہیں وہ تمام مخلوقات جو آسمانوں میں ہیں یا زمینوں میں رضامندی سے یا مجبوری سے)۔

ہمارے اسلام اور دوسری مخلوقات کے اسلام میں فرق صرف اس قدر ہے کہ دوسری مخلوقات صرف تکوینی طور پر اسلام کی پابند ہیں اور ہم کو تکوینی پابندی کے ساتھ ساتھ تشریعی پہلو میں بھی اسلام (فطری رویہ) ہی کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

— — — —

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عید کی طبعی اور فطری خوشی کے اظہار کا طریقہ اس فطری رویہ (اسلام) کے مطابق کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسا ہی طریقہ ہو سکتا ہے جو فطرت سلیمہ کے تقاضوں پر پورا اترتا ہو۔ دوسرے مذاہب میں عیدیں یا دوسری تقریبات منانے کا طریقہ اسلام سے یکسر مختلف ہے، بعض لوگوں کے ہاں ناچ گانوں، راگ باجوں اور شراب نوشی کی عفلیں منعقد کرنے کا رواج ہے، بعض اقوام کے ہاں بادشاہوں، پروہتوں پنڈتوں اور اس طرح کے دوسرے انسانی اور غیر انسانی طاغوتوں کی خدمت میں نذریں اور نیازیں پیش کرنے اور بھیٹ چڑھانے کا دستور ہے۔ بعض دوسری اقوام کے ہاں اور طریقے بھی ہیں۔ لیکن اسلام کا مزاج ان باتوں کو قبول کرنے سے یکسر ابا کرتا ہے، وہ ہم کو عید منانے کا ایک بالکل سیدھا سادا طریقہ سکھاتا ہے۔

— — — —

علی الصباح اٹھیے، غسل کیجیے، پاک صاف ہو کر حسب استطاعت عمدہ کھڑے پہنئیے، عید کی تقریبات شروع کرنے سے پہلے اپنے غریب بھائیوں کو یاد کر لیجیے، یعنی روزوں کا فطرہ ادا کیجیے اپنی خوشیوں میں ان کو بھی

شریک کر لیجئے، کوئی میٹھی چیز کھا کر گویا باغیچہ افطار کر لیجئے، تمام مسلمانوں کے ساتھ عید گاہ جائیے، عید گاہ میں امیر و غریب، انصاف و مصلحت، اٹکا اور غلام، چھوٹا اور بڑا، عالم اور جاہل، استاذ اور شاگرد سب ایک ہی جگہ ملیں گے، محمود و اباز دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے، آپ بھی جائیے، جہاں جگہ ملے دوسروں کو تکلیف دئے بغیر بیٹھ جائیے، سب کے ساتھ دوگنا عید ادا کیجئے، یہ ایک قسم کی نماز شکرانہ ہے جو آپ اس لئے ادا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ماہ تک نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائی، نماز کے بعد اللہ رب العزت کے حضور دعا کیجئے کہ وہ آپ کی عبادتیں قبول فرمائیے، نماز کے بعد خطبہ مسنونہ سنئے۔ خطبہ سے فارغ ہو کر تکبیر و تہلیل اور سلاماً سلاماً کی صدائیں بلند کرتے ہوئے گھر واپس آجائیے، اب دوستوں، عزیزوں، سے ملئے، ملاقاتیں کیجئے، تحفوں اور ہدایا کا تبادلہ کر کے آپس میں اخوت و محبت کے رشتوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیے، لیجئے آپ کی عید ختم ہوگئی، ان حدود کے اندر رہتے ہوئے آپ اپنے ایسے مقامی رسوم و رواج کو اختیار کر سکتے ہیں جو اسلام کی روح سے مطابقت رکھتے ہوں کہ ان کی حیثیت آپ ہی کی گمشدہ ہولجی ہے۔

— — —

سب سے پہلی عید الفطر مسلمانوں نے مدینہ منورہ میں ۲ ہجری میں منائی تھی، اسی سال رمضان شریف کے روزے فرض کئے گئے تھے۔ اور تاریخ اسلامی میں مسلمانوں کی پہلی عید، پہلا تموار، اور اجتماعی خوشی کا پہلا دن اسی روز منایا گیا تھا۔ اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی جملہ تعداد غالباً ایک ہزار سے بھی کم تھی، لیکن جب میدان عید میں مسلمانوں نے اپنے اجتماع کو دیکھا تو خوشی کے مارے تکبیر و تہلیل کرنے لگے کہ اب ہماری اتنی بڑی تعداد ہوگئی۔ ہیں کوئی نہیں مٹا سکتا۔ غربت کا یہ عالم تھا

کہ چوتھائی تعداد کو بھی لئے لباسِ میسر نہ تھے خطرہ کا یہ عالم تھا کہ سارا عرب، ساری دنیا بلکہ خود مدینہ منورہ اور اس کے نواح کی اکثریت دشمن تھی۔ لیکن ان اللہ کے پیاروں کا یہ حال تھا کہ خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے۔

اس واقعہ کو یاد کر کے جب ہم اپنے اجتماعاتِ عید کو دیکھتے ہیں، اور اپنے قلوب کا جائزہ لیتے ہیں کہ بے یقینی سے مملو اور خوفِ غیر اللہ سے بھیجنے ہوئے دل ہمارے سینوں میں دھڑک رہے ہیں۔ تو بے اختیار ہمیں مرحوم علامہ اقبال کا یہ مصرع یاد آتا ہے ع۔ تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟ عید ہم نے بھی منائی اور اپنے بھی، اور ساری دنیا کے سارے ہی مسلمانوں نے منائی، دوسرا تو کون ہے جو نشانِ دہی کر سکے ہر مسلمان خود اپنے قلب کا جائزہ لے کر دیکھے کہ یقین کتنا تھا، اور بے یقینی کتنی۔ پھر خود ہی اپنے متعلق فیصلہ کرے کہ نفاق کا روگ تو خدا نخواستہ کہیں لاحق نہیں ہو رہا ہے۔ پھر توبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے۔

— — — —

مصر و شام کے لوگ اپنے وہ علاقے یہودیوں سے حاصل کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں جو ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے ان سے چھین لئے تھے، اور ادارہ اقوام متحدہ اور ساری دنیا کے بار بار اصرار کے باوجود اب تک خالی نہیں کئے ہیں۔ یہ مظلوموں کی جدوجہد ہے اور اپنے حق کے حصول کے لئے جدوجہد، مگر واہ رے سیاست کاروں کے دجل و فریب کہ مغرب کے اسامان سیاست کی زبان میں یہ عمل بھی جارحانہ عمل ہے۔ اور اس کے خلاف یہودی حکومت کو مدد دی جا رہی ہے۔

خرد کا نام جنوں اور جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کیا اس صورت حال سے بٹنے کے لئے دنیا کے مسلمان اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ ظالموں اور ظالموں کے مددگاروں کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ان کے تجارتی مال نہ خریدیں۔ لیکن شاید اسے بھی زبان سیاست میں جارحانہ عمل ہی کہا جائے گا۔

بے بسی دیکھو، ہنکے پاس سے دیکھا کئے
شع کے سر پر ستم ہوتا رہا گلگیر کا

(بقیہ تعارف و تبصرہ)

کاسل بہترین کاغذ اور بہترین طباعت کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ فاضل کاسل مصطفیٰ شبی نے اس سلسلہ میں اتنی محنت اور دقت نظری سے کام لیا ہے کہ بے اختیار زبان سے احسنت و آفرین کی صدا نکلتی ہے۔

یہ دیوان تصوف سے اور عربی ادبیات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بڑا ہی المول تحفہ ہے۔ عربی منظومات میں متصوفانہ شاعری کے ابتدائی نمونوں میں اس دیوان کو ایک خاص مقام حاصل ہے، اس کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ تیسری صدی میں ہونیالہ افکار کی کیا شکل تھی اور الدار بیان کی کیا صورتیں بن چکی تھیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے کتب خانہ میں یہ دیوان داخلہ نمبر ۱۷۰۰۶ پر فن عربی نظم میں موجود ہے۔

عبد القدوس ہاشمی۔

